© rasailojaraid.com

بلوچی معاشرے میں پناہ دہی اور باہوٹ کی اہمیت

ڈاکٹر عبدالخالق بلوچ
شعبۂ اردو جامعۂ بلوچستان کوئٹہ

بلوچوں کی ایک اور مابہ الامتیاز خصوصیت کسی شخص یا اشخاص کو دشمنوں سے پناہ دینا ہے جسے "باہوٹ" کی اصطلاح سے موسوم کیا جاتا ہے۔ "باہوٹ" کی نفسیاتی توجیہ جو بھی کی جائے یہ حقیقت ہے کہ وہ بلوچ معاشرے کی ایک اہم قدر ہے۔ بلوچ ضابطہ اخلاق کے مطابق جس شخص کو اپنی حفاظت میں لے کر پناہ دی جائے، اس کے تحفظ کے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ بلوچ تاریخ میں بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں جو بڑے بڑے خانہ جنگیوں، قبائلی آویزشوں اور تباہ کاریوں کا سبب بن گئیں۔ کسی مظلوم کو پناہ دینا اور اس کی عزت و ناموس اور جان و مال کی حفاظت کرنا یقیناً مستحسن ہے، لیکن مبینہ طور پر مظلوم کی حقیقت یا مبینہ ظلم کی نوعیت جانے بغیر پناہ دینا اور پھر اس کے لئے نہ صرف اپنی جان کی بازی لگادینا بلکہ قبیلوں کو مستقل خانہ جنگی کی آگ میں جھونک دینا شاید قابل تعریف نہ سمجھا جائے۔

اس کی وجہ سے قبائلی دشمنی بھڑکانا، قتل و غارت گری اور پھر نسل در نسل انتقام کا سلسلہ جاری رکھنا، نیم متمدن معاشرے میں مستحسن ہو تو ہو، متمدن اقوام میں قابل مذمت ہے۔ تاہم بلوچ معاشرے میں اسے ضابطہ اخلاق کا ایک حصہ اور زندگی کی اعلیٰ قدر سمجھا جاتا رہا ہے۔ بلوچ دانشوروں نے "باہوٹ" کے سلسلے میں جن آرا کا اظہار کیا ہے اس سے ان کے تفاخر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ باہوٹی کی خلاف ورزی کرنے والا معتوب اور بزدل سمجھا جاتا ہے۔ شمس دین نامی ایک شخص کی پناہ مین ایک ایسا شخص آیا جو قتل کرکے بھاگا تھا۔ اس کے دشمنوں نے شمس دین کے گھر میں گھس کر اس کے باہوٹ کو قتل کردیا۔ اللہ یار نے ایک قاتل کو جو اس کی پناہ میں آیا تھا، مقتول کے وارثوں کے سپرد کردیا، جنہوں نے اسے قتل کردیا اور اللہ یار رسوائے زمانہ ہوا۔ دشمن پر طنز کرنے کے لئے اسے شمس دین اور اللہ یار کے ناموں سے موسوم کیا جانے لگا۔ ایک شاعر ملا اسماعیل نے اپنے دشمن پر طنز کرتے ہوئے کہا ہے:

تو بیرگ بیتے شمس دین گڈی اللہ یار
یعنی تم تو بالکل شمس دین اور اللہ یار بنے ہوئے ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خان نصیر خان نوری والئی قلات نے "باہوٹ" کو پناہ دینے کے بعد اس کے دشمنوں کے حوالے کیا تو ایک شخص نے اس کے دربار میں اس پر طنز کیا۔ جب کچھ بکھرانی بلوچ سندھ کے کلہوڑہ حکمرانوں کے ظلم وستم کی وجہ سے بھاگ کر میر نفصیر خان کے پاس پناہ حاصل کرنے آئے تو کلہوڑہ حکمران نے ان باغیون کو حاصل کرنے کے لئے میر نصیر خان کے پاس تحائف بھیجے، میر نصیر خان نے بھکرانی بلوچوں کو اپنی پناہ میں رکھنے کے بجائے، کلہوڑہ حکمران کے اہلکاروں کے سپرد کیا۔ اگرچہ اسے یہ معلوم تھا کہ اس کا یہ فعل بلوچی یا باہوٹی کی روایات کے خلاف ہے۔ اس پر باہوٹ بننے والے ایک شخص نے اس بات کو بلوچی شان اور روایات کی پائمالی قرار دے کر میر نصیر خان کے دربار میں اس کے سامنے یہ اشعار سنائے:

دیشی سندھء زمغیں جرآں	سندھ کے بیش قیمت پارچہ جات کو دیکھ کر
شہ غلام شاہء شوشغیں زرآں	غلام شاہ (کلھوڑہ) کے چمکتے سکے دیکھ کر
خان زڑا باؤٹ آں بیثہ بیزاری	خان (قلات) اپنی پناہ میں آنے والوں سے منہ پھیر لیا
قمبری ناموزء ششتی پاری	اور قمبری ننگ وناموس ختم ہوگئی
آختغیں باھوٹ ھاؤء رند آن ء	باہوٹ کی حفاظت وحرمت رند
ہے گوڑلاہوشاری دوردنگ آن ء	اور لاشاریوں کا مقصد حیات تھی
گنور سمی بے چندریں بھنگ آن ء	سمی باہوٹی کی ایک علامت تھی
گوش دے او میری ء مزار بوریں	سن اے میری کے شیر اور بلند شان
او ہے تو براہوئی مزن شانیں	براہوئی امیر اور شان والا
تئی سد مہرٹیں شانزدہ سد تراچون ء	باہوٹوں کی خاطر اگر تیرے سو یا سولہ سو آدمی مرجاتے تو کیا تھا
تئی سرشت ایں دے ناموزے اووہند ء	اس کے بدلے تیری جان بھی چلی جاتی تو تو ابدی عظمت اور ناموس حاصل کرلیتا
نیں میار سنگے نہ سد منٹری بارے	میار نہ تو ایک پتھر ہے اور نہ ہی سو من کا بوجھ رکھتا ہے کہ کوئی اٹھا نہ سکے
نین ڈنگ جنت کہ قمبریں مارے	نہ سانپ کی طرح ڈھنگ مارتا ہے
مس کچھری آں میاریں وچارے	بلکہ یہ محفل اور کچھری کے اندر بولا جانے والا ایسا طعن ہے جو غور وفکر دلاتا ہے
خان ہما انت کہ دائم آں خان آں	خان وہ ہیں جو ہمیشہ خان رہے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آختغیں لج آنی نگہہ واں آں	جو عصمت و غیرت کے نگہبان ہوں
آں چہ خان آں کہ خامغیں دان آں	وہ کیا خان ہیں جو خام اور کمزور ہو
میر ہما انت کہ دائم آں میر آں	میر وہ ہیں جو دائمی حیثیت کے حامل ہوں
پہ غریبو آں پکغیں پیر آں	جو غریبوں کے لئے پکے ہوئے پھل کی طرح ہوں
آں چہ میر آں کہ تیغتغیں تیر آں	وہ کیا میر ہیں جو باعث آزار و مصیبت ہوں
نیں بلوچ آں نیکہ اوغاں آں	نہ بلوچ ہیں نہ ہی افغان ہیں
از ہمے گیاو آنی گنرٹو نان آں	بس عجیب ہی نسل سے متعلق ہیں
شال و مستونگ باغ چھیں تیری	شال (کوئٹہ) مستونگ اور سبزہ زار تیری
از میار پر ایں تئی میری	تیری میری میار سے بھری ہوئی ہے
شان شوے میری ء چٹل بیتہ	تیری میری کی شان و عظمت
جہل ء مں چاتے ویر بے کپتہ	انتہائی پستیوں میں گر چکی ہے
گڈ شوئے خان ایں عبداللہ خان ء	شان و عظمت رکھنے والا خان بس عبدال خان ہو گذرا ہے
گڈ شوئے میر ایں احمد او میر ء	اگر تمہارا میر کوئی ہو گذرا ہے تو وہ میر احمد تھا
خان تئی آواز وہش ایں شہ دیر ء	خان تیری آواز بس دور سے ہی اچھی اور بھلی لگتی ہے

اس نظم سے "باہوٹ" کے تحفظ کے فریضے پر ہی روشنی نہیں پڑتی بلکہ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس فرض سے غفلت برتنے یا اس کی خلافت ورزی کرنے والا، خواہ وہ کتنا ہی ذی مرتبہ ہو، بلوچ معاشرے میں کتنا ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ ایک عام آدمی اس کا اظہار اس شخص کے سامنے کر رہا ہے جو حکمران ہے اور جس کے رحم و کرم پر اس کی جان ہے وہ نتیجے سے بے نیاز ہو کر کھلم کھلا طنز کے تیر چلاتا ہے اور تمام درباریوں کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔

رندوں اور لاشاریوں کی تیس سالہ جنگ و جدال کی بنیادی وجہ باہوٹ ہی بتائی جاتی ہے۔ سردار خان گشکوری لکھتے ہیں کہ "چاکر کے دور کے قابل ذکر اور خون خرابہ سے بھرپور واقعات میں سے ایک، رندوں اور لاشاریوں کے درمیان تلی کے مقام پر لڑی گئی تاریخی جنگ تھی جو ایک خوبرو اور پاک دامن خاتون کی توہین اور بے عزتی کا نتیجہ تھی، جس نے امیر چاکر کے پاس پناہ لی تھی۔ اپنے باہوٹ کی عزت و ناموس کی خاطر، صاف گو اور راستباز، پر جلال رندوں نے اپنی ہر متاع عزیز، ماسوائے ننگ و ناموس کے، اس سانحے کی بھینٹ چڑھا دی (۱) گل خان نصیر رقم طراز

(۱) چاکر اعظم (سردار خان گشکوری) مترجم عبدالغفار ندیم ص ۱۰۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں کہ: "ایک شاعر نے کہا ہے:

جتنی روالنت بلوچاں ء جتینان بلوچوں کے رومال ہیں
ڈومبنی ذگریں کدھے شیر نت اور ڈومنیاں تازہ دودھ سے بھرے ہوئے پیالے

شروع ہی سے بلوچوں کی باہمی چپقلشوں اور خانہ جنگیوں میں حسین جتنیوں اور ڈومنیوں کا ہاتھ رہا ہے۔۔۔۔۔ رندی دور کی نظموں میں ایسی سات حسیناؤں کا بار بار ذکر آیا ہے جن پر بانکے، سجیلے بلوچ نوجوان مرمٹتے رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ساتوں مشہور و معروف حسینائیں، گوہر، شاری، شلی، ماھری، سومری، ھتلی اور لہڑی بہنیں تھیں۔ سب مال دار باسلیقہ، شائستہ اور انتہائی حسین و دلربا جتنیاں تھیں۔ ان ہی میں سے گوہر جو غالباً سب سے بڑی تھی۔ اس تیس سالہ خانگ جنگی کی ہیروئن ہے، جس میں میر چاکر رند اور میر گوہرام لاشاری نے سرغنہ بن کر حصہ لیا اور رند و لاشار بلوچ قبائل کو بڑھ چڑھ کر آپس میں کٹوا ڈالا۔ گوہر سے متعلق ایک شاعر کہتا ہے کہ گوہر ایک ماہ پیکر عورت تھی، بہت مالدار اور اونٹوں کے گلوں کی مالکہ۔ اس کے خیمے کے ستون سونے کے تھے، وہ ریشمی گدوں پر بیٹھا کرتی تھی۔ گوہرام اس کے چاہنے والوں میں سے تھا۔ رات دن مشاطائیں بھیج بھیج کر اسے منانے کی کوشش کررہا تھا۔ وہ گوہرام سے ناراض ہو کر لاشاریوں کے قبائلی حدود سے نکل کر، اپنے مال مویشی سمیت، میر چاکر کی پناہ میں چلی گئی اور شکایت کرتے ہوئے کہا:

گوھرام ء من ء رنجینتگ — گوہرام نے مجھے ناراض کیا ہے
بر من شپیر ہے آورتگ — ایک رات مجھ پر ہاتھ ڈالنے آیا تھا
گوئر تو اتکگاں باہوٹی — اب میں آپ کی پناہ میں آئی ہوں
چھیں دے من ء جاگائیے — ایک چراگاہ میرے حوالے کردیں
بگ ء رابندے پیش دار — میری اونٹوں کے لئے ٹھکانا بھی دکھادیں

میر چاکر نے جواباً اسے مطمئن کردیا:

چہ گوہرام ء مکن توڈاھے — گوہرام سے کوئی خطرہ محسوس نہ کر
دل جم بی پلنند جاگاہے — جہاں چاہے ٹھکانا کرلے
ھر جاکہ تئی دل لوٹیت — جہاں کہیں تیرا دل چاہیے
یا من کچروک ء جوہ — یا پھر کچروک کی ندی کے کنارے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زید انت گرد کیں بگانی — جو اچھی چرا گاہ ہے
ھاریں گورم وبیشانی — گائیوں اور بھیڑوں کے لئے

گھڑدوڑ میں ریحان رند اور راہین لاشاری کے مقابلے میں رندوں نے راہین کے ساتھ ناانصافی کی تو کچھ لاشاری نوجوانوں نے گوہر کی اونٹنیوں کے بچوں کو مار ڈالا۔ ان کا انتقام لینے اور گوہر باھوٹ کے امل مویشی کے لئے چاکر خان نے لاشاریوں پر حملے کا فیصلہ کرلیا۔ گویا گل خان نصیر کی اس رائے کے مطابق جنگ کی بنیاد "باہوٹ" کی پاسداری ہی تھی۔

ریحان اور راہین کی گھڑدوڑ کے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔ سردار خان گشکوری لکھتے ہیں کہ "سردار اعظم (میر چاکر) کا ایک عزیز میر ریحان اور گوہرام کا بیٹا میر راہین سبی میں ایک مہچی کی بیوی کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہوگئے، جس کے حسن و جمال کا گھر گھر چرچا تھا۔ وہ اپنی خوبصورتی، خوش پوشی، لطافت اور نازک اندامی کی بناء پر میر ریحان اور راہین کے درمیان وجہ نزاع بن گئی۔ ان دونوں دوستوں نے اس عشق و محبت کے مسئلے کا باہمی فیصلہ کرکے یہ حل نکالا کہ وہ اپنے مشہور گھوڑوں پر سوار ہوکر شہسواری کا مقابلہ کریں گے۔ دوڑ کی بازی میں جو جیت جائے گا۔ یہ متنازعہ حسینہ قتال، انعام کے طور پر اسی کی ہوگی۔ رندوں میں سے دو افراد منصف مقرر کیے گئے۔ دونوں دوڑ میں برابر نکلے، گر دونوں منصفوں نے جیت کا فیصلہ ریحان کے حق میں دیا۔ راہین نے اسے اپنی محبت اور برق رفتار سمند کے حق میں ناانصافی تصور کرکے غصے کے عالم میں واپس گنداوا کی راہ لی۔ اس نے کچھ لاشاری قبائلیوں کو حکم دیا کہ وہ مہیری قبیلے کی حسن و جمال کی پیکر مشہور معروف نازنین خاتون کے اونٹوں کے گلے کو نقصان پہنچائیں۔ اور ان کو چرالیں۔۔۔۔ یہ مہ جبیں خاتون عالم شباب میں تھی۔۔۔۔ گاجان میں آباد ہوگئی تھیں، لیکن لاشاری کبھی کبھی اس کی بے عزتی کرتے اور اس کے گلوں کی لوٹ مار کرتے جس سے تنگ آکر وہ آخر کار سبی منتقل ہوگئی اور سردار اعظم کے سائیہ عاطفت میں اور زیر تحفظ رہنے لگی۔ اس کا حسن و جمال اور مال و دولت رندوں اور لاشاریوں کے درمیان وجہ نزاع بن گیا (۱) عزیز بگٹی ریحان اور راہین کی گھڑدوڑ کا شرط کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ ان کی یہ رائے ہے کہ یہ (اونٹنیوں کے بچوں کی ہلاکت) گویا میر راہین کی جانب سے رند منصفوں کی ناانصافی کے خلاف ایک زوردار احتجاج تھا۔ جب امیر چاکر کو اس حرکت کے بارے میں علم ہوا تو وہ آپے سے باہر ہوگیا۔ وہ یہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ کوئی

(۱) چاکر اعظم (سردار خان گشکوری) مترجمہ عبدالغفار ندیم ص ۱۳۵، ۱۳۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شخص اس کے علاقے میں اسی کی پناہ میں رہنے والی ایک خاتون کو کسی قسم کا گزند پہنچانے کی جرات کرسکتا ہے۔ مذکورہ واقعے کو اس نے براہراست اپنی بے عزتی اور وقار کا مسئلہ بنالیا۔۔۔۔ ایک بلوچ کے لئے اپنے باہوٹ کا تحفظ اس کی اپنی زندگی سے بھی عزیز ہوتا ہے، لیکن گوہر کی اونٹنیوں کے افسوس ناک واقعے کے ضمن میں بات کچھ مختلف نوعیت کی تھی۔ چاکر کو جب مذکورہ واقعے کے بارے میں آگہی ہوئی تو اس وقت اس واقعے کو وقوع پذیر ہوئے کافی وقت گذر چکا تھا اور دوسری زیادہ اہم بات یہ تھی کہ مذکورہ شرمناک واقعہ میر گوہرام یا لاشاریوں نے کسی باقاعدہ منصوبہ بندی، سازش یا رندوں کے خلاف دشمنی کے اظہار کے طور پر نہیں کیا تھا، بلکہ یہ تو محض ایک ناعاقبت اندیش لاشاری نوجوان نے اپنے جذبات کو ٹیس پہنچنے کی صورت میں اشتعالی کیفیت میں کیا تھا۔ (۱)

اگرچہ بلوچ مورخین نے گوہر کی اونٹنیوں کے بچوں کی ہلاکت، ان کے انتقام یا باہوٹ کا قرض پورا کرنے کو رندوں اور لاشاریوں کی تیس سالہ خانہ جنگیوں کا سبب بتایا ہے، تاہم بلوچی شاعری کے جائزے سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ بنیادی سبب یہ نہیں تھا۔ دونوں قبیلوں کی سرداروں کے دل ایک دوسرے کی طرف سے صاف نہ تھے۔ ان میں سیاسی رقابت بھی تھی اور شاید محبت کی رقابت بھی۔ لانگ ورتھ ڈیمز نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ میر چاکر اور میر گوہرام کی مناقشت اور رقابت کی خاص وجہ گوہر تھی۔ گوہرام اسے چاہتا تھا اور شادی کرنا چاہتا تھا، لیکن اس نے انکار کردیا اور میر چاکر کی پناہ میں چلی گئی جو خود بھی اسے چاہتا تھا (۲) میر گل خان نصیر "بلوچستان کی کہانی، شاعروں کی زبانی" میں کسی شاعر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "رندوں نے تو بڈھے شیہک کی بات (میر چاکر کی سرداری) مان لی لیکن لاشاریوں نے میر چاکر کو سردار ماننے سے انکار کردیا اور اسی دن:

لاشارء ہما اکرام ،
پاگے بستگنت گوہرام ،

یعنی لاشاریوں کی یہ بات پسند نہ آئی، انہوں نے میر گوہرام کے سر پر اسی دن پگڑی باندھ دی۔

اس دن سے بلوچوں کے ان دو بہادر اور جنگجو طائفوں یعنی رند و لاشار میں اختلافات کی بنیاد پڑ گئی جو بعد ازاں، گوہر جتنی کی اونٹنیوں کے بہانے ایک طویل خانہ جنگی کی شکل اختیار کر گئی اور بقول شاعر پورے تیس سال تک دونوں قبیلے آپس میں لڑتے رہے اور ایک دوسرے کی دشمنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں سب کچھ بھول گئے۔ (ص ۲۹-۳۰) میر گل خان نصیر اپنی دوسری کتاب "بلوچی کی رزمیہ شاعری" میں رقم طراز ہیں کہ "عرف عام میں سب بلوچ کہلاتے تھے اور میر جلال خان ان کا واحد سردار تھا۔ میر گوہرام اپنے کو جلال خان کا جائز وارث سمجھتا تھا، اس لئے وہ میر چاکر کو ان قبائل کا لس (سردار کل) تسلیم نہیں کرتا تھا۔ وہ اپنے کو بلوچوں کا بڑا سردار اور اپنے قبیلے کو نامور قبیلہ سمجھتا تھا۔ میر چاکر اور میر گوہرام کے درمیان تیس سالہ خانہ جنگی کی بنیادی وجہ یہی تھی۔ گوہر جتنی کی اونٹنیوں کے بچوں کا واقعہ ایک بہانہ تھا، جس نے اندر اندر سلگتی ہوئی آگ پر تیل کا کام کیا (صفحہ ۶۷) "بلوچستان کی کہانی" میں میر گل خان نصیر نے اس بات پر یوں ماتم کیا ہے کہ "الغرض گوہر کی اونٹنیوں کے بہانے رند و لاشار تیس سال تک کچھی کے میدانوں میں اپنے گلے کاٹتے رہے۔ بالآخر میر چاکر نے ہرات کے بادشاہ سے امداد لے کر افغانوں کی طاقت سے بلوچوں کا قتل عام کرایا۔ میر گوہرام اور اس کے ساتھ بچے کچھے لاشاریوں نے جان بچا کر سندھ میں پناہ لی۔ لیکن میر چاکر بھی ان کے بعد زیادہ عرصہ کچھی میں نہ رہ سکا۔ تیس سالہ خانہ جنگی سے علاقے میں جو تباہی پھیل چکی تھی، اس کے اثرات شدید تر ہوتے گئے۔ بھوک اور افلاس نے آبادیوں کو گھیر لیا۔ بستیاں اجڑ گئیں۔ گاؤں کے گاؤں بے چراغ پڑے رہے۔ چراگاہیں بنجر ہو گئیں۔ (بلوچستان کی کہانی ص ۶۹)

سردار خان گشکوری نے سبی پر میر چاکر کے قبضے کے بعد سیاسی اور معاشرتی صورت حال کا جائزہ یوں پیش کیا ہے: "امراء و شرفا کے دلوں میں رشک و حسد اور سازشوں نے جنم لینا شروع کیا۔ بلوچی معاشرتی زندگی کی پرانی اور مخصوص خامیاں۔ ان کی انفرادیت پسندی قبائلیت اور مجنونانہ جنگجوئی کے موثر عوامی اور اثرات بد کے ساتھ اس وقت عود کر آئے جب دونوں خطرناک اور ہیبتناک قبائل رندوں اور لاشاریوں میں سبی اور گنداوہ کی زرخیز اراضیات پر تسلط حاصل کرنے کے بعد تحفظ و اعتماد کا احساس پیدا ہوا، ابتداء میں رندوں اور لاشاریوں میں برابری اور ہم پلہ اور ہمسر ہونے کا معیار ان کی عظمت اور بہادرانہ کارناموں کا باعث بنا۔ مگر جلد ہی اس مساوات و ہمسری کے جذبے نے وقتاً وقتاً باہمی کشش اور ہنگامہ خیزی کی صورت اختیار کرلی۔ دو پر حسد اور طاقتور ہمسایوں کے درمیان تنازعہ اور خانگی و قبائلی کشمکش کی وجوہات و علل کا کبھی بھی فقدان نہیں ہوتا۔ چاکر اپنے کسی ہمسر اور ہم مرتبہ شخصیت کو برداشت کرنے کا روادار نہ تھا اور گوہرام کسی کی برتری کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ ان میں سے کسی کا دامن فاش اور صریح غلطیوں سے پاک نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ گوہرام آہستہ آہستہ مگر اندرونی طور پر تیزی سے بہت طاقتور بنتا جارہا تھا۔ جو آہنی عزم کے مالک چاکر کے لئے سوہان روح بن گیا تھا کیوں کہ اس کے اثر و نفوذ کے افق پر دو سورجوں کی قطعاً گنجائش نہیں ہوسکتی تھی۔ چاکر کا مطمع نظر تھا کہ سبھی کچھ کا وہ مالک بن بیٹھے یا کچھ بھی باقی نہ رہے۔ لاشاریوں کی کثیر نفری اور گوہرام کی ولولہ انگیز قیادت اور کردار سے چاکر کو عظیم خطرے کی بو محسوس ہوئی اور کچھ اندیشے اور خوف بھی۔ خوف کا عنصر عموماً نفرت کا محرک ہوتا ہے۔

گوہرام بھی اسے اپنا حریف مخالف سمجھنے لگا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو انتہائی ناپسندیدگی بلکہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حد سے زیادہ بغض و کینہ کی وجہ سے انتہائی تلخی پیدا ہوچکی تھی۔ دونوں بلاشرکت غیرے، تسلط، عظمت، قوت و جبروت کے قائل تھے۔ دونوں کے مزاج میں تیزی، گرمی، تفاخر، الوالعزمی، فتنہ پردازی تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ بلوچ سیاست دو دھڑوں میں تقسیم ہوچکی تھی۔ ایک کا مرکز چاکر تھا، دوسرے کا گوہرام۔ شروع شروع میں لاشاریوں نے مصلحتاً رندوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کے پیش نظر صرف گوہرام کے سر، سرداری کی پگڑی باندھنے پر اکتفا کیا لیکن پھر اختلافات نے جھڑپوں اور لوٹ مار کی صورت اختیار کی۔ ان کے لئے بہانہ بھی ڈھونڈے گئے اور بغیر کسی بہانے کے بھی خون ریزی کی گئی۔ لاشاریوں اور رندوں کے سرداروں نے اپنی دشمنی اور نفرت کا برملا اظہار کیا اور قبائلی افتخار اور طاقت کے نشے میں سرشار ہوکر اپنے قبیلوں کو مستقل جنگ کی بھٹی میں جھونک دیا۔ کسی نے قبائلی نفرت کی آگ کو صلح و آشتی کے ذریعے بجھانے کی کوشش نہیں کی۔ رند اور لاشار قبیلوں کی بہت سی معزز ہستیاں ان قبائلی لڑائیوں کی بھینٹ چڑھ گئیں۔ ایک دوسرے کی مال مویشی چرانے، ڈاکہ ڈالنے، لوٹ مار کرنے سے ابتداء ہوئی۔ انتقامی کارروائیوں نے سلسلے کو مزید آگے بڑھایا۔ حملے اور چھاپے دو بڑی جنگوں پر منتج ہوئے، جن میں پہلی جنگ، تلی کی جنگ میں رندوں کو شکست فاش ہوئی، دوسری جنگ رندوں نے ترکوں اور افغانوں کی مدد سے جیتی اور لاشاریوں ہی کا صفایا نہیں بلکہ خود بھی آوارہ وطن ہونے پر مجبور ہوئے۔ تلی کی جنگ کے دونوں قبائل کے کینہ پرور آتش نوا شاعروں نے اپنے بغض و عناد اور ہمہ گیر انتقام کی آگ میں جل کر ایک دوسرے کے خلاف زہر ہلاہل سے بھرے ہوئے منظومات گا گا کر ایک دوسرے کو طنز و تشنیع، طعنہ و نکتہ چینی، مزاح و تمسخر اور "شغان" کا نشانہ بنا کر نفرت کے جذبات کی جلتی آگ پر تیل چھڑکنے کا کردار ادا کیا۔ یہ کردار میر چاکر اور میر گوہرام کے درمیان تلخی، نفرت، دشمنی کو تیز تر کرنے کا باعث بنا، جنہوں نے اشعار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور منظومات میں (مبینہ طور پر خود کہے ہوئے بعض لوگوں کی رائے میں اپنے درباری شاعروں سے کہلوا کر) بغض و کینہ، عناد و نفرت کے لئے اور انتقام لینے کی خاطر شدید طنز اور طعنوں سے بھرپور اشعار کے ذریعے سے ایک دوسرے سے خطاب کیا۔ (۱) لیکن عزیز بگٹی نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "میر گوہرام خانہ جنگی کے تمام عرصے میں ایک بار بھی بلوچ اتحاد کے مرکز سبی پر حملہ آور نہیں ہوا، بلکہ اس دوران وہ مسلسل چاکر کے حملوں کا نشانہ بنا رہا۔ ہر لڑائی میر گوہرام نے اپنے ہی علاقے میں گویا اپنی دفاع کی خاطر لڑی۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ میر چاکر کا بہ حیثیت بلوچوں کے مرکزی امیر کے کس قدر احترام کرتا تھا۔ یہ بات نہ تھی کہ وہ سبی پر حملہ نہیں کرسکتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تلی کی لڑائی میں رندوں کو شکست فاش ہوئی اور میر چاکر بمشکل تمام میر نوز بندغ ملاشاری کی اعانت کی سبب ہی اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو کر ہرات چلا گیا۔ وہ فوجی امداد حاصل کرنے کی غرض سے کئی سال تک وہیں مقیم رہا۔ اگر مذکورہ کامیابی کے بعد میر گوہرام چاہتا تو اس کے لئے آگے بڑھ کر سبی پر قبضہ کرلینا چنداں مشکل نہ تھا۔ لیکن اس نے ایک لمحے کے لئے بھی یہ خیال اپنے دل میں نہیں لایا۔

اس کی وجہ یقیناً یہ تھی کہ وہ بلوچ اتحاد کے مرکزی مقام کے تقدس اور اہمیت سے آگاہ تھا اور اس کا اسی طرح احترام کرتا تھا جس طرح کوئی دوسرا بلوچ کرسکتا تھا۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ میر گوہرام میر چاکر کے بجائے خود بلوچوں کا امیر اعلیٰ بننے کی ہوس اپنے دل میں نہیں رکھتا تھا۔ ایسی بات ہوتی تو اس وقت جب میر چاکر مکمل شکست سے دوچار ہو کر اپنے وطن سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوا تھا اور اس کی واپسی کے بارے میں کوئی بات یقینی نہیں تھی۔ رندوں کی قوت نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی، میر گوہرام آسانی سے خود کو بلوچوں کا امیر اعلیٰ قرار دے سکتا تھا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ لہٰذا یہ الزام غلط ثابت ہوجاتا ہے کہ میر چاکر کے ساتھ اس کی لڑائی بلوچ قیادت اپنے ہاتھ میں لینے کی خاطر تھی .... میر گوہرام نے جب بھی اپنے (یا اپنے کہلوائے) ہوئے اشعار میں میر چاکر کو مخاطب کیا تو اس کا نام عزت و وقار کے ساتھ لیا۔ اس کو ہمیشہ ایک عظیم شان و شوکت رکھنے والے بلوچ قائد کے لقب سے پکارا ہے۔ بعض اوقات تو وہ اسے ایک مقتدر حکمران بھی کہتا ہے جب کہ اس کے مقابلے میں میر چاکر نے ہمیشہ اپنے (یا اپنے سے منسوب) اشعار میں میر گوہرام کو گھٹیا اور طنزیہ انداز میں مخاطب کیا ہے (۲)

---

(۱) چاکر اعظم (سردار خان گشکوری) ص ۱۴۲

(۲) چاکر اعظم (سردار خان گشکوری) مترجم عبدالغفار ندیم ص ۱۳۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میر چاکر اور میر گوہرام کی گوہر جتنی کی وجہ سے رقابت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ میر گل خان نصیر نے گوہر اور اس کی بہنوں کے حسن و جمال، عشوہ طرازی، تمول، عیش و عشرت اور بلوچ نوجوانوں کی فریفتگی کا اشارہ کیا ہے۔ سردار خان گشکوری لکھتے ہیں کہ: "یہ مہ جبیں خاتون عالم شباب میں تھی" (۱) اس کے عالم شباب میں ہونے کے باوجود ایک گم نام رند شاعر اس کی زبانی میر گوہرام کو طعنہ دلواتے ہوئے کہلاتا ہے کہ:

بچی اوں ترا رودینگ	بیٹے کی طرح میں نے تجھے پالا
براتی اوں ترا دوست داشتنگ	اور بھائی کی طرح تجھ سے پیار کیا
ورنائے اگن براد کنت	اگر کوئی عورت کسی نوجوان کو بھائی کہے
تہ ورنا من میاراں بار بیت	تو وہ اس کی عصمت پر ہاتھ ڈالنے کے بجائے اس کے ناموس کی حفاظت کے لئے کٹ مرتا ہے

تعجب ہے کہ شاعر عالم شباب کی ایک حسینہ سے ایک عمر رسیدہ شخص کو بیٹے کی طرح پالنے کا دعویٰ کرا رہا ہے۔ اس شخص کا بیٹا رامین تو خود جوان تھا۔

بہر حال حقیقت کچھ بھی ہو، چاکر اور گوہرام کی رقابت، دشمنی، باہمی نفرت، بغض و کینہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے نتیجے میں بلوچستان لامتناہی قبائلی لڑائیوں کی آماجگاہ بن گیا۔ گند اوہ اور سبی برباد اور ویران ہوگئے۔ موجودہ مری بگٹی کا علاقہ حریف بلوچ قبائل پر رندوں اور بلیدیوں کے لئے جنگ و جدل اور قتال کا باعث بنا۔ لہڑی اور کچھی کے علاقوں کے قبائل بھی اسی جوش و خروش کے ساتھ ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا ہوئے۔

(۱) تاریخ بلوچستان شخصیات کے آئینے میں (عزیز بگٹی) ص ۷۸

© rasailojaraid.com